مرزا فرحت اللہ بیگ

مرزا فرحت اللہ بیگ ۱۸۸۴ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کے دادا بدخشاں سے آئے تھے۔ دربار میں ان کی بڑی عزت و تکریم تھی۔ مرزا فرحت اللہ بیگ نے سینٹ سٹیفنز کالج سے بی۔اے کیا۔ اس کے بعد ریاست حیدرآباد چلے گئے اور چند دن بعد اسسٹنٹ سیکرٹری ہو گئے۔ حیدرآباد کی ادبی سرگرمیاں زوروں پر تھیں، جنھوں نے مرزا کے ادبی ذوق کو اُبھارا اور بڑی استقامت بخشی۔ ان کی مزاح نگاری بہت پسند کی گئی۔ تحقیقی مقدمہ نگاری میں بھی مرزا صاحب اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ مگر ان کی زیادہ شہرت مزاحیہ تحریروں ہی کی وجہ سے ہوئی۔

ان کے مضامین میں نذیر احمد کی کہانی کچھ میری کچھ ان کی زبانی، آخری وصیت، پھول والوں کی سیر، دادا جان کا پارلیمنٹ میں جانا، دہلی کا ایک یادگار مشاعرہ، نئی اور پرانی تہذیب کی ٹکر وغیرہ ایسی چیزیں ہیں جو کبھی فراموش نہیں کی جا سکتیں۔

مرزا صاحب سادہ طرزِ بیان کے دلدادہ ہیں۔ ہر جگہ ظرافت ایک معقول سنجیدگی میں لپٹی ہوئی نظر آتی ہے۔ دہلی کی ٹکسالی زبان، الفاظ کا انتخاب، پرکشش اندازِ بیان اور ان سب پر ظرافت کا رنگ پڑھنے والے کی توجہ کو جذب کر لیتا ہے۔

۲۷ر اپریل ۱۹۴۷ء کو حیدرآباد میں انتقال کر گئے۔

مردہ بدست زندہ

(فرحت اللہ بیگ)

مقاصدِ تدریس

ا۔ طلبہ کو طنز و مزاح کے معنی و مفہوم سے آگاہ کرنا۔
۲۔ طلبہ کو موجودہ قبرستانوں کی بدحالی سے آگاہ کرنا۔
۳۔ طلبہ کو موجودہ دور میں انسان کی بے مروتی اور ابن الوقتی سے آگاہ کرنا۔

مشکل الفاظ: بلیات ، پاکھا ، پٹاؤ ، جائے وحشت ، چھاج ، حیات و ممات

زمانے نے خلوص دلوں سے مٹا دیا ہے۔ سچی محبت کی جگہ ظاہر داری نے لے لی ہے۔ نہ اب جینے میں کوئی سچے دل سے کسی کا ساتھ دیتا ہے اور نہ مرنے کے بعد قبر تک دِلی درد کے ساتھ جاتا ہے۔ غرض دنیاداری ہی دنیاداری رہ گئی ہے۔ پہلے کوئی ہمسایہ بھی مرتا تھا تو ایسا رنج ہوتا تھا گویا اپنا عزیز مر گیا ہے۔ اب کوئی اپنا بھی مر جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ غیر مر گیا۔ جنازہ کے ساتھ جانا اب رسماً رہ گیا ہے۔ صرف اس لیے چلے جاتے ہیں کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ ''واہ، جیتے جی تو دوستی و محبت کا دم بھرا جاتا تھا، مرنے کے بعد پھر کر بھی نہ دیکھا کہ کون مر گیا۔'' اب رہی دل کی حالت، تو اس کا بس خدا ہی مالک ہے۔ آیئے، میرے ساتھ آیئے، آج کل کی میتوں کا رنگ بھی دکھادوں۔

یہ لیجیے، سامنے ہی کے مکان میں کسی صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔ کوئی بڑے شخص ہیں۔ سینکڑوں آدمی جمع ہیں، موٹریں بھی ہیں، گاڑیاں بھی ہیں، غریب بھی ہیں، امیر بھی ہیں، بچارے غریب تو اندر جا بیٹھے ہیں، کچھ پڑھ بھی رہے ہیں، جتنے امیر ہیں وہ یا تو اپنی اپنی سواریوں میں بیٹھے ہیں، یا دروازے پر کھڑے سگریٹ پی رہے ہیں۔ جو غریب آتا ہے وہ سلام کرتا ہوا اندر چلا جاتا ہے۔ جو امیر آتا ہے وہ ان باہر والوں ہی میں مل کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ پہلا سوال یہی ہوتا ہے ''کیا مر گئے؟ بھئی ہمارے تو بڑے دوست تھے۔'' اتنا کہا اور اپنی جیب سے سگریٹ کا بکس یا پانوں کی ڈبیا نکالی۔ لیجیے، تعزیت ختم ہوئی اور رنج دلی کا اظہار ہو چکا۔ اب دنیا بھر کے قصے چھڑے، ایک دوسرے سے نہ ملنے کی شکایت ہوئی، دفتر کی کارروائیاں دریافت کی گئیں، ملک کی خبروں پر رائے زنی ہوئی۔ غرض اس بات چیت کا یہاں تک سلسلہ پہنچا

کہ مکان سے جنازہ نکل آیا۔ یہ دیکھتے ہی دروازے کی بھیڑ چھٹ گئی۔ کچھ ادھر ہو گئے کچھ اُدھر، آگے آگے جنازہ ہے، اس کے پیچھے پیچھے یہ سب لوگ ہیں۔ ابھی چند قدم ہی چلے ہوں گے کہ ان ساتھ والوں میں تقسیم ہونی شروع ہوئی اور چپ چاپ اس طرح ہوئی کہ کسی کو معلوم بھی نہ ہوا کہ کب ہوئی اور کیوں کر ہوئی؟ جن کو پیچھے رہنا تھا انہوں نے چال آہستہ کر دی، جنھیں ساتھ جانا تھا وہ ذرا تیز چلے۔ غرض ہوتے ہوتے یہ ساتھ والے تین حصوں میں بٹ گئے۔ آگے تو وہ رہے جو مرنے والے کے عزیز تھے یا جن کو جنازہ اٹھانے کے لیے اُجرت پر بلایا گیا تھا۔ اس کے پیچھے وہ لوگ رہے جن کے پاس یا تو سواریاں نہ تھیں، یا شرما شرمی پیدل ہی جانا مناسب سمجھتے تھے۔ آخر میں وہ طبقہ ہوا جو آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتا ہٹتا اپنی سواریوں تک پہنچ گیا اور ان میں سوار ہو گیا۔ اگر پیدل چلنے والوں میں کوئی عہدے دار ہیں تو غرض مندوں سے ان کو یہاں بھی چھٹکارا نہیں۔ ایک آیا، جھک کر سلام کیا، گھر بھر کی مزاج پرسی کی، مرنے والے کے کچھ واقعات بیان کیے، اگر ڈاکٹر کا علاج تھا تو ڈاکٹری کی برائیاں کیں، اگر حکیم کے علاج سے مرا ہے تو طبابت کی خرابیاں ظاہر کیں اور اسی سلسلے میں اپنے واقعات بھی بیان کر گئے، ان سے پیچھا نہ چھٹا تھا کہ دوسرے صاحب آگئے اور انہوں نے بھی وہی دنیا بھر کے قصے شروع کیے۔ غرض اسی طرح جوڑی بدلتے بدلتے مسجد تک پہنچ ہی گئے۔ یہاں ہمراہیوں کی پھر تقسیم ہوتی ہے۔ ایک تو وہ ہیں جو ہمیشہ نماز پڑھتے ہیں اور اب بھی پڑھیں گے اور دوسرے وہ ہیں جو نہا کر کپڑے بدل کر خاص اسی جنازہ کے لئے آئے ہیں۔ تیسرے وہ ہیں جو اپنی وضع داری پر قائم ہیں، یعنی نماز نہ کبھی پڑھی ہے اور نہ اب پڑھیں گے۔ دور سے مسجد کو دیکھا اور انہوں نے پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ جنازہ مسجد تک پہنچا بھی نہ تھا کہ ان کو کسی دیوار، کسی موڑ یا کسی گاڑی کی آڑ مل گئی، یہ وہیں کھڑے ہو گئے اور سگریٹ پی کر یا پان کھا کر انہوں نے وقت گزار دیا۔ ہاں اس بات کا انتظام رکھا کہ نماز ختم ہونے کی اطلاع فوراً مل جائے۔ ادھر نماز ختم ہوئی ادھر یہ لوگ مسجد کے دروازے کی طرف بڑھے۔ ادھر جنازہ نکلا ادھر یہ پہنچے، بس یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی نماز پڑھ کر مسجد ہی سے نکل رہے ہیں۔

یہ تو ساتھ والوں کا حال ہوا، اب راستے والوں کی سنیئے۔ اگر میت کے ساتھ صرف دو چار آدمی ہیں تو کوئی پوچھتا بھی نہیں کہ کون جیا کون مرا؟ اگر جنازے کے ساتھ بڑے بڑے لوگ ہوئے تو دکان والے ہیں کہ ننگے پاؤں بھاگے چلے آرہے ہیں۔ آئے، مرنے والے کا نام پوچھا، مرض دریافت کیا اور واپس ہو گئے۔ گویا میونسپل کمیٹی نے رجسٹر حیات و ممات ان ہی کو تفویض کر دیا ہے اور یہ صرف اس لئے نام پوچھنے آئے تھے کہ رجسٹر میں سے مرنے والے کا نام خارج کر دیں۔ موٹر نشینوں کی کچھ نہ پوچھو۔ یہ تو سمجھتے ہیں کہ سڑکیں انھی کے لئے بنی ہیں۔ کسی جنازہ کا سڑک پر سے گزرنا

ان کو زہر معلوم ہوتا ہے، اور کیوں نہ ہو، موٹر کی رفتار دھیمی کرنی پڑتی ہے اور ظاہر ہے کہ رفتار کم ہونے سے پٹرول کا نقصان ہے۔ کسی کو کیا حق ہے کہ مر کر ان کے پٹرول کا نقصان کرے۔ شوفر ہے کہ ہارن پر ہارن بجا رہا ہے، لوگ ہیں کہ ادھر سے ادھر بھاگ رہے ہیں۔ جنازہ ہے کہ ٹیڑھا ترچھا ہو رہا ہے مگر موٹر والے صاحب کی موٹر جس رفتار سے آ رہی ہے اسی رفتار سے نکلے گی اور ضرور نکلے گی۔ یہ لوگ تو وہ ہیں کہ قیامت آئے گی تو اس کو بھی ہارن بجا بجا کر سامنے سے ہٹانے کی فکر کریں گے۔ خیر کسی نہ کسی طرح یہ تمام مصیبتیں اٹھا کر جنازہ قبرستان میں پہنچ ہی گیا۔

قبرستانوں کی حالت پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔ جائے عبرت کو جائے وحشت بنا دیا ہے۔ قبرستان کیا ہے؟ خاصا ایک جنگل ہے۔ ایک طرف ٹوٹی پھوٹی جھونپڑی ہے، اس میں ایک سقے صاحب، ان کی بیوی، دس بارہ بچے، پانچ چھ بکریاں، ایک لنگڑا ٹٹو، سو دو سو مرغیاں، پانچ چھ بلیاں اور خدا معلوم کیا کیا بلیات بھرے پڑے ہیں؟ جس حصے میں قبریں ہیں، وہاں کی گھاس بڑھ کر کمر کمر ہو گئی ہے۔ دیواروں کو توڑ کر لوگوں نے راستے بنا لیے ہیں۔ نیم، پیپل اور خدا معلوم کس کس قسم کے درخت قبروں کے تعویذ اور چبوترے توڑ کر نکل آئے ہیں۔ کوئی قبر دھنس کر کنواں بن گئی ہے، کسی کا تعویذ ہی غائب ہے۔ کسی چبوترے کی اینٹیں نکل کر جھونپڑی میں خرچ ہو گئی ہیں۔ غرض کسمپرسی نے اس حصے کی عجیب حالت کر دی ہے۔ دوسرا حصہ، جس میں قبریں نہیں ہیں، وہ کسی قدر صاف ہے اور کیوں نہ ہو۔ پہلے حصے کا مردوں سے تعلق ہے اور دوسرے کا زندوں سے۔ مردے تو اپنی قبر کی مرمت کرنے یا کرانے سے رہے، ان کے جو عزیز ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ اس فضول چیز پر کون کچھ خرچ کرے۔ جن کی زمین ہے وہ تو روپے کھرے کر چکے، اب ان کو اس سے کیا تعلق۔ دوسرے حصے کا صاف رکھا جانا اصول تجارت پر مبنی ہے۔ جب گاہکوں کو گھیرنے کے لئے دکان دار اپنی ایک ایک چیز جھاڑ پونچھ کر رکھتا ہے تو یہ قبرستان والے اپنی پچاس روپے گز والی زمین کو کیوں صاف نہ رکھیں۔ خریدتے وقت اچھا مال دیکھ لو، پھر تم جانو اور تمھارے مردے جانیں۔

میاں سقہ رہتے تو قبرستان میں ہیں مگر ہمیشہ پھولوں کی سیج پر سوتے ہیں۔ ادھر لوگ قبر پر پھول چڑھا کر گئے اور ادھر ان کے بچے سب کے سب سمیٹ لائے۔ رات بھر یہ پھول بستر پر رہے۔ صبح باسی پھول لے جا کر پھر قبر پر چڑھا دیئے۔ خیر کیا حرج ہے؟ زندوں کا کام بھی نکل گیا، مردے بھی خوش ہو گئے۔ اس گھر میں سِل بٹا خریدنے کی کبھی نوبت نہیں آئی۔ قبر کے اچھے سے اچھے پتھر پر مصالحہ پیس لیا۔ اگر کچھ دنوں کوئی دیکھنے بھالنے نہ آیا تو پتھر اکھاڑ، جھونپڑی کے پاس لا رکھا۔ بکریاں قبروں پر قلانچیں بھرتی پھرتی ہیں، مرغیاں کچی قبروں کو کرید رہی ہیں، بچے یا تو چبوتروں پر لوٹ مار

رہے ہیں یا تعویذوں کو گھوڑا بنائے بیٹھے ہیں۔ کسی بچارے کی قبر پر چادر پڑی ہے۔ اس پر بی سقنی نے گیہوں سکھانے ڈال دیے ہیں۔ ٹٹوانی کو ایک اگلی اور ایک پچھلی ٹانگ باندھ کر چھوڑ دیا ہے۔ وہ قبروں میں گھاس چرتی پھرتی ہے۔ اس کے ادھر ادھر پھدکنے سے کسی قبر کی اینٹ گری، کسی کا چونا گرا، کسی کا پتھر گرا، اگر ایسے ہی چار پانچ گھوڑے چھوڑ دیئے جائیں تو تھوڑے ہی دنوں میں وہی منظر بن جائے جو زلزلے کے بعد کانگڑے کا ہو گیا تھا۔

جنازہ قبرستان میں کیا گیا؟ فوج میں ھُرم بج گیا۔ سقے کا سارا خاندان اپنا اپنا کام چھوڑ، جھونپڑی میں گھسا اور اناج لینے کو برتن لے، لائن باندھ کر آ بیٹھا۔ کسی کے ہاتھ میں بے پیندے کا تام چینی کا کٹورا ہے تو کسی کے پاس ٹوٹی رکابی، کسی کے پاس مٹی کا پیالہ ہے تو کسی کے ہاتھ میں ٹوٹا ہوا چھاج۔ سچ ہے، خدا رزاق ہے۔ قبرستان والوں کو بھی گھر بیٹھے رزق پہنچاتا ہے۔

یہ تو قبرستان والوں کی حالت ہوئی۔ اب ساتھ والوں کی کیفیت سنیئے۔ جنازہ لاکر لب گور رکھ دیا گیا۔ ایک آتا ہے قبر کو جھانک جاتا ہے، دوسرا آتا ہے جھانک جاتا ہے۔ ہر شخص کو زمین سخت ہونے کی شکایت ہے۔ کوئی مزدوروں کو سست کہتا ہے۔ کوئی پٹاؤ کا نقص بتاتا ہے۔ کوئی قبرستان والے کو بُرا کہتا ہے۔ جب اس ریویو سے بھی فراغت پائی تو دو دو تین تین آدمی ایک ایک قبر پر جا بیٹھے، چبوترے کو تخت بنایا اور تعویذ کو گاؤ تکیہ اور لگے سگریٹ اور بیڑی کا دم لگانے۔ کسی نے سقے سے چلم بھرنے کی فرمائش کی۔ اس نے حقہ تازہ کر سُلفہ بھر حاضر کیا۔ حقے مزے لے لے کر پیئے جا رہے ہیں۔ ایک دوسرے کی تواضع کی جا رہی ہے، سُلفے پر سُلفہ بھروایا جاتا ہے اور یہ وقت کسی نہ کسی طرح کاٹا جاتا ہے۔ یہ توفیق نہیں ہوتی کہ کچھ خدا کی یاد کریں یا ان خفتگان خاک کی حالت کو دیکھ کر عبرت ہی حاصل کریں۔

بعض لوگ ہیں کہ گھاس سے بچتے بچاتے، قبروں پر کودتے پھاندتے، چلے جا رہے ہیں۔ یہ کون ہیں؟ یہ وہ صاحب ہیں جن کے مرے ہوئے عزیزوں کے آج دن پھرے ہیں۔ یوں تو خدانخواستہ فاتحہ کو کیوں آنے لگے، آج شرما شرمی قبرستان میں آئے ہیں۔ مفت کرم داشتن کی صورت ہے۔ چلو فاتحہ بھی پڑھ لیتے ہیں، اس کے بعد جب کوئی دوسرا عزیز یا دوست مرے گا تو پھر دیکھا جائے گا۔

ایک صاحب ہیں کہ قبروں کے کتبے ہی پڑھتے پھر رہے ہیں۔ کچھ نوٹ بھی کرتے جاتے ہیں۔ کوئی اچھا کتبہ مل گیا تو اپنے دوستوں کو بھی آواز دے کر بلا لیا اور بجائے فاتحہ کے، داد سخن دی گئی۔ کچھ اپنا کلام سنایا گیا، کچھ ان کا سنا، غرض کوئی نہ کوئی مشغلہ وقت گزارنے کو نکال لیا۔

جو لوگ چبوتروں پر متمکن ہیں، ان کی کچھ نہ پوچھو۔ ہر چبوترہ ایک پارلیمنٹ ہے اور ہر قبر ایک اجلاس۔ دنیا بھر کی خبروں پر تنقیح و تنقید ہو رہی ہے۔ دفتر کی کارروائیوں پر بحث ہو رہی ہے۔ افواہوں کے ذرائع اور ان کی تصدیق و تردید کی جارہی ہے۔ سفارشیں ہو رہی ہیں، وعدے لیے جارہے ہیں، غرض سب کچھ ہو رہا ہے۔ نہیں ہو رہا ہے تو وہ جو ہونا چاہئے اور جس غرض سے ساتھ آئے ہیں۔

خیر خدا خدا کر کے خبر آئی کہ قبر تیار ہے۔ کچھ تو اٹھ کر قبر کے گرد جا کھڑے ہوئے، کچھ وہیں بیٹھے رہ گئے۔ ایک صاحب نے قبر میں اُتر کر گلاب اور عود چھڑکا۔ ایک نے میت کے اوپر کی چادر سمیٹی۔ چادر میں بل دیئے۔ دو صاحبوں نے مٹھے کے سرے پکڑ کر میت کو اٹھایا، آٹھ دس نے غل مچایا۔ ''سنبھال کے، سنبھال کے، میت بھاری ہے، کمر کے نیچے چادر دو۔ ارے میاں! اپنی طرف گھسیٹو، ہاں آہستہ سے، آہستہ سے۔'' اب میت قبر کے منہ تک آگئی۔ فقیروں یا یوں کہو کہ مفت خوروں کو اناج تقسیم ہونے لگا اور قبر کے گرد جو لوگ کھڑے تھے انہوں نے بے تحاشا غل مچانا شروع کیا۔ کوئی کہتا ہے ''ذرا کمر کی چادر کھینچو، ارے بھئی! اتنا بھی دم نہیں ہے۔ دیکھنا کہیں قبر کا پاکھا نہ گرے۔ ہاں، ہاں، ذرا اور جھکا کر، لا الہ الا اللہ میت بھاری ہے، ذرا سنبھال کے، آہستہ، آہستہ، بس بھئی بس۔'' کوئی چیخ رہا ہے! مٹھے کے بندھن کھول دو۔ ارے میاں! لو، یہ ڈھیلا لو۔ سر کے نیچے رکھ کر منہ قبلے کی طرف تو کر دو، واہ بھئی واہ، اتنا بھی نہیں آتا، ابھی منہ پورا نہیں پھرا، بس بھئی بس۔''

یہ مختلف فقرے ایک کی زبان سے نہیں نکلتے کہ کچھ سمجھ میں بھی آئے۔ ہر شخص ہے کہ غل مچا رہا ہے۔ جو بچارے قبر میں اترے ہیں وہ پریشان ہیں کہ کیا کریں، کیا نہ کریں؟ بہر حال اس غل غپاڑے کے ساتھ دوست احباب اس مرنے والے کو پہلی منزل تک پہنچا ہی دیتے ہیں۔ اب پٹاؤ کی نوبت آتی ہے۔ اس میں بھی وہی گڑبڑ شروع ہوتی ہے، کوئی کہتا ہے ''یہ کڑی نہیں، وہ کڑی لو۔'' کوئی کہتا ہے ''لاحول ولا قوۃ'' مفت میں سو روپے مار لئے اور کڑیاں دیں تو ایسی۔'' غرض کوئی کچھ کہتا ہے، کوئی کچھ اور اسی گڑبڑ میں پٹاؤ بھی ہو جاتا ہے اور مٹی دینے کی نوبت آتی ہے۔ مٹی تو ہر ایک دیتا ہے، منہ سے بھی ہر ایک بڑبڑاتا ہے لیکن یہ خدا ہی کو معلوم ہے کہ جو پڑھنا چاہئے وہ پڑھتا بھی ہے یا نہیں؟ البتہ لفظ ''منہا'' بہت اونچی آواز میں کہا جاتا ہے اور باقی سب الفاظ منہ ہی منہ میں ختم کر دیئے جاتے ہیں۔ جب اس کام سے فراغت پائی اور قبر تیار ہوگئی تو فاتحہ کی نوبت آئی ہے۔ ساتھ آنے والوں میں کوئی بھی ایسا نہ ہوگا جو اس میں شریک نہ ہو۔ ہونٹ تو سب کے ملتے ہیں مگر شاید سو میں بیس بھی نہ ہوں گے، جو یہ جانتے ہوں کہ فاتحہ میں کیا کیا سورتیں پڑھتے ہیں؟ فاتحہ

پڑھتے ہی سب کو اپنے اپنے گھر جانے کی سوجھی۔ یہ بھی پھر کر نہ دیکھا کہ مرنے والے کے اعزہ کون ہیں اور ان کی کیا حالت ہے؟ ہاں ان بیچاروں کو گھیرتے ہیں تو جنازہ لانے والے مزدور۔ گھر سے چکا کر لائے تھے مگر یاں آ کر وہ بھی پاؤں پھیلاتے ہیں۔ کبھی تو کہتے ہیں کہ "فاصلہ بہت تھا" کبھی کہتے ہیں کہ "آپ کی وجہ سے دوسری میت کو چھوڑ کر آئے ہیں، وہاں آپ کے ہاں سے دگنا مل رہا تھا۔" بہر حال ان مصیبت زدوں کو دق کر کے یہ مزدور کچھ زیادہ ہی لے مرتے ہیں۔

دیکھ لیا آپ نے اس زمانے کی میت کا رنگ، جو میں نے عرض کیا تھا وہ صحیح نکلا یا نہیں؟ اب سوائے اس کے کیا کہوں کہ خدا سے دعا کی جائے کہ اللہ ان بندوں کو نیک ہدایت دے، ان کے دل میں درد پیدا کرے۔ یہ سمجھیں کہ احکام کیا ہیں اور ہم کیا کر رہے ہیں؟

(مضامین فرحت اللہ بیگ)

مشق

۱۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیں۔

(الف) مصنف نے ماضی اور حال کا جو نقشہ کھینچا ہے اُسے اپنے الفاظ میں بیان کریں۔

(ب) نماز جنازہ کے دوران لوگ کس طرح تقسیم ہو گئے؟

(ج) قبرستان کے دو حصے ایک دوسرے سے کیوں مختلف ہیں؟

(د) میت دفنانے کے وقت وہاں جمع لوگ کیا کر رہے تھے اور اُنھیں کیا کرنا چاہیے تھا؟

(ہ) اس مضمون سے آپ کو کیا سبق ملا؟

(و) مفت کرم داشتن، سے مصنف کی کیا مراد ہے؟

۲۔ درج ذیل عبارت کی سلیس اُردو بحوالہ متن تحریر کریں۔

یہ تو قبرستان والوں کی حالت ہوئی۔ اب ساتھ والوں کی کیفیت سنیئے۔ جنازہ لا کر لب گور رکھ دیا گیا۔ ایک آتا ہے قبر کو جھانک جاتا ہے، دوسرا آتا ہے جھانک جاتا ہے۔ ہر شخص کو زمین سخت ہونے کی شکایت ہے۔ کوئی

مزدوروں کو سست کہتا ہے۔کوئی پٹاؤ کا نقص بتاتا ہے۔کوئی قبرستان والے کو بُرا کہتا ہے۔ جب اس ریویو سے بھی فراغت پائی تو دو دو تین تین آدمی ایک ایک قبر پر جا بیٹھے، چبوترے کو تخت بنایا اور تعویذ کو گاؤ تکیہ اور لگے سگریٹ اور بیڑی کا دم لگانے۔کسی نے سقے سے چلم بھرنے کی فرمائش کی۔

۳۔ درج ذیل الفاظ تراکیب کو جملوں میں استعمال کریں۔

تفویض، جائے عبرت، کسمپرسی، حرج، خفتگانِ خاک، دادِ سخن، متمکن، فراغت

۴۔ درج ذیل بیانات میں سے درست کی نشاندہی (✓) اور غلط کی (✗) سے کریں۔

(الف) زمانہ حال میں، زمانہ ماضی کے مقابلے میں لوگوں میں خلوص بڑھ گیا ہے۔

(ب) مکان کے اندر صرف غریب ہی کچھ پڑھ رہے تھے۔

(ج) امراء صرف واجبی رسم پورے کرنے آتے تھے۔

(د) قبرستان کی حالت تسلی بخش تھی۔

(ہ) جنازے میں موجود بہت ہی کم لوگ فاتحہ میں پڑھنے والی سورتیں جانتے تھے۔

۵۔ متن کو مدنظر رکھتے ہوئے دُرست جواب کا انتخاب کریں۔

(الف) جس کا انتقال ہوا وہ:

۱۔ غریب آدمی ہے ۲۔ امیر آدمی ہے ۳۔ بڑا شخص ہے

(ب) قبرستان میں بیشتر لوگ:

۱۔ درود شریف پڑھتے رہے ۲۔ خاموش کھڑے رہے

۳۔ سگریٹ بیڑی کا دَم لگاتے رہے

(ج) مکان پر غریب آتے تو اندر جا کر:

۱۔ سپارہ پڑھتے ۲۔ گپ شپ کرتے ۳۔ سگریٹ پیتے

(د) نماز جنازہ پڑھائی گئی:

۱۔ عیدگاہ میں ۲۔ مسجد میں ۳۔ کھلے میدان میں

(ہ) جنازے کے ساتھ بڑے لوگ ہوئے تو دکاندار چلے آرہے ہیں:

۱۔ بھاگتے ہوئے ۲۔ ننگے پاؤں ۳۔ آہستہ آہستہ

(و) میت کو قبر میں اُتارتے وقت اِردگرد جمع لوگوں نے:

۱۔ شور مچایا ۲۔ ایک دوسرے کی مدد کی ۳۔ بلند آواز سے کلمہ پڑھا

۶۔ ذیل الفاظ کے واحد کے جمع اور جمع کے واحد لکھیں۔

ممات، قصہ، نقص، قبر، خفتگان

اشاراتِ تدریس

۱۔ طلبہ کو بتائیں کہ مزاحیہ تحریر لکھنے والے ادیب کو مزاح نگار کہتے ہیں۔

۲۔ طلبہ کو بتایا جائے کہ مزاحیہ تحریر میں کوئی نہ کوئی سبق آموز پہلو پوشیدہ ہوتا ہے۔

۳۔ مرزا فرحت اللہ بیگ کے دیگر مضامین خصوصاً خاکہ نگاری کا بھی ذکر کیا جائے۔